از حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

اسلامی معاشیات

"اسلامی معاشیات" کے نام سے مضامین کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ جس میں اسلام اور دوسرے معاشی نظاموں، موجودہ معاشی مسائل اور مشکلات اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے ان کا حل اور اسلام کے اقتصادی نظام کے مختلف پہلوؤں پر جدید اور ممتاز علماء کے افکار پیش ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

— ادارہ

اسلام میں تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد

تجارت کو اقتصادی نظام کا اہم جزء قرار دینے اور اپنے نظام میں تجارتی سہولتیں اور جائز آسانیاں بہم پہنچانے کے باوجود اسلام کا اقتصادی نظام ان تمام بدعنوانیوں کا سدباب کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ جو در حقیقت "اقتصادی نظام" کے مقصد اور نصب العین کو تباہ و برباد کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ اور تجارت کے نام سے عام بدحالی اور قابلِ نفرت سرمایہ داری کو فروغ دیتی ہیں۔ اقتصادی نظام کو برباد کرنے اور اسکو کھوکھلا بنانے میں بدعنوانیوں کی جس قدر بھی تفصیلات و جزئیات ہو سکتی ہیں وہ صرف دو بنیادوں پر قائم ہیں۔ اسلام نے اپنی اصلاح میں ان کو دو خصوصی نام سے موسوم کیا ہے۔

۱۔ احتکار　　　۲۔ اکتناز

احتکار سے مراد یہ ہے کہ دولت سمٹ کر کسی ایک ہی طبقہ میں محصور و محدود ہو جائے۔ اور اکتناز کے معنی یہ ہیں کہ دولت کے عظیم الشان خزانے افراد کے پاس جمع ہو جائیں اور ان کے پھیلاؤ اور تقسیم کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔ اسلام نہ اِس کو منظور کرتا ہے۔ اور نہ اُس کو، اس لئے وہ ہر معاشی و اقتصادی شعبہ میں ان دونوں کے خلاف قانون سازی کے ذریعہ جہاد کرتا اور ان دونوں ملعون راہوں کو بند کرتا ہے۔

احتکار کے سلسلہ میں ارشادِ نبوی ملاحظہ ہو:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم　　　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من احتکر فھو خاطئ (فی روایۃ) — احتکار کرنے والا خطاکار ہے اور ایک جگہ
المحتکر ملعون۔ — فرمایا کہ اس پر خدا کی پھٹکار ہے۔

فقہ میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص "غلہ" وغیرہ کو بہت بڑی مقدار میں اس لئے خریدے کہ بازار گراں ہو جائے اور پبلک میں اس چیز کی مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائے اور پبلک اس کے مقررہ نرخ پر مجبور ہو جائے۔ اور وہ من مانی گراں فروشی کر سکے۔

اس احتکار کی مثال کے لئے اس زمانہ میں زیادہ کھوج وکاوش کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مہاجنوں کا گروہ جو کاشتکاروں کو قرض کے نام سے سودی روپیہ دے کر ان کی کمائی کو "غلہ" کی شکل میں "دستبرد" کرتا اور ان سے ارزاں نرخ پر خرید کر کھیتوں (غلہ کے خزانوں) میں بھر رکھتا ہے۔ اور اس طرح ارزانی و گرانی کا کفیل بن جاتا ہے۔ "احتکار" کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس گروہ کے اس عمل سے کاشتکار اور عوام الناس جس قدر پریشان ہوتے اور بعض موسموں میں اقتصادی بدحالی کے شکار بنتے رہتے ہیں، اس کا نتیجہ بدہندوستان[1] کے باشندوں کے سامنے شاہد عدل ہے۔

سودی لین دین کے بعد اگر کوئی معاملہ عام بدحالی کا باعث ہے، تو وہ بھی تجارتی کاروبار ہے۔ جو اجناس واشیاء کے احتکار کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

قمار یا سٹہ

"احتکار" کی دوسری جنس "قمار" ہے۔ اس سے ہماری مراد صرف "جوئے" کی وہ عام شکل نہیں ہے جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے۔ بلکہ تمام صورتیں اس میں شامل ہیں۔ جو تجارت کے نام سے کی جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں قمار ہی کی قسمیں کہلاتی ہیں مثلاً "سٹہ" آپ اگر کاروبار سے واقف ہیں تو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ "تجارتی جوا" ملک کے اقتصادی نظام کو کس طرح تباہ اور پراگندہ کرتا اور بغیر محنت نفع حاصل کرنے کے لالچ میں کس طرح ہزاروں گھروں کو خانماں برباد کر کے چھوڑتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اسکی بہت سی شکلیں رائج تھیں۔ مثلاً ملامسۃ، منابذہ، بیع حصاۃ وغیرہ۔ ملامسۃ کا طریقہ تھا کہ بائع ومشتری کے درمیان یہ طے ہو جاتا تھا کہ بغیر دیکھے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے مشتری جس کپڑے یا شئے کو چھوئے گا۔ وہ اس کا مالک ہے۔ اور منابذہ میں یہ طے ہوتا تھا کہ جو کپڑا یا شئے بائع، مشتری کی جانب پھینک دیگا وہ بغیر معاملہ کے مشتری کی چیز سمجھا جائے گا۔ اور بیع حصاۃ یہ ہوتی تھی کہ متعدد اشیاء فروخت کے نام سے رکھ دی جائیں اور لوگ ٹھکری یا اسی قسم کی کسی شئے کو اسکی طرف پھینکیں جس چیز کو وہ ٹھکری چھو جائے خواہ وہ کسی قیمت کی ہو مشتری کی ملکیت ہو جائے گی۔ موجودہ دور ترقی کے

---

[1] موجودہ برصغیر پاک وہند۔

مہذب تجارتی جوئے لاٹری اور ریس سب اسی قسم کے معاملات میں داخل ہیں۔

اسلام ان کو "میسر" قمار اور جوا قرار دیتا ہے۔ اور اس قسم کے تمام معاملات کو اصول تجارت کیلئے تباہ کن سمجھتا، اور معاشرتی تباہی کا پیش خیمہ یقین کرتا ہے۔ اور ان باتوں کے علاوہ سوسائٹی کے اخلاق اور کیرکٹر کیلئے باعث ذلت و رسوائی جانتا ہے۔

کیونکہ یہ معاملات اکثر جنگ و جدل کا باعث بنتے ہیں۔ مواساۃ، رواداری، ہمدردی اور مروت کو تباہ اور دوسرے کی تباہی میں اپنا فائدہ سمجھنے کی ترغیب دے کر انسانی جوہر کو برباد کرتے ہیں ۔۔۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر۔ (بقرہ) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ آپ سے شراب اور قمار کی بابت پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے ان دونوں چیزوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ۔ (مائدہ) بلاشبہ شراب، جوا، بت، پانسے یہ سب سرتاسر نجاست ہیں۔ اور کار شیطان ہیں۔ پس تم ان سے بچو۔

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون۔ (مائدہ) بلاشبہ شیطان چاہتا ہے۔ کہ شراب اور جوئے کی راہ سے تمہارے درمیان بغض و عداوت قائم کر دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پس کیا تم ان برائیوں سے باز رہو گے؟

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہؒ اس قسم کے معاملات قمار کی مضرت کی حکمت اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور بساط ارض پر ان کی معاش کا انتظام فرمایا۔ بعد اس سے نفع حاصل کرنے کا ان کو موقع بہم پہنچایا۔ تو انسانوں کے درمیان جنگ و جدل اور کشمکش برپا ہو گئی۔ تب خدا کے قانون کا یہ فیصلہ ہوا۔ کہ جو شخص ذاتی محنت، وراثت یا دوسرے کسی جائز اور صحیح طریق سے کسی چیز کا مالک ہے۔ اس کی چیز میں دوسرا کوئی شخص مزاحمت اور کشمکش کا حقدار نہیں ہے۔ البتہ دوسرے کو بدل کے ذریعہ خریداری اور معتبر و صحیح رضامندی کیساتھ معاملت سے اس چیز کو حاصل کرنے کا حق ہے۔ بشرطیکہ خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان اس معاملہ کا علم و یقین ہو، اور فریب، چال بازی اور دخل فصل کا اس میں ہرگز کوئی شائبہ نہ ہو

اور جب کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اور اسکی معیشت باہمی تعاون کے بغیر نا ممکن ہے۔ تو حق تعالیٰ نے باہمی تعاون و معاونت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ پس اگر کوئی معاملہ اس طرح کیا جائے جس میں نہ صحیح بدل موجود ہو اور نہ باہمی تعاون پایا جاتا ہو۔ بلکہ دوسرے کو نقصان دے کر نفع حاصل کرنا مقصود ہو۔ جیسے "قمار" یا اس میں صحیح رضامندی موجود نہ ہو۔ جیسے سود تو یہ تمام طریقے باطل اور ظلم ہیں۔ اور ایسے معاملات ناجائز اور حرام ہیں[1]

بہر حال اسلام کے اقتصادی نظام میں اس قسم کے تمام تجارتی کاروبار کے لئے مطلق کوئی جگہ نہیں ہے۔ جو یا صریح "قمار" ہوں۔ اور یا اُن کی تہ میں مالی ترقی کا وہی جذبہ کارفرما ہو جو "قمار" میں پایا جاتا ہے اور اگر علم الاقتصاد اور علم الاخلاق دونوں کے ماہرین سے اس بارہ میں دریافت کیا جائے تو بغیر کسی اختلاف کے وہ بھی یہی رائے دیں گے۔ بلکہ رائے دے چکے ہیں کہ "قمار" کی قسم کے تمام معاملات اجتماعی زندگی اور سوسائٹی کے لئے تباہ کن ہیں[2]

غرض احتکار کی یہ دوسری قسم ہے جو اس لئے ممنوع ہے۔ کہ یہ بھی دولت اور سرمایہ کو بعض افراد یا گروہ میں مخصوص کر دینے کا باعث بنتی اور ایک کو تباہ و برباد کر کے دوسرے کے فائدے کی صورت نکالتی ہے۔ اور یہ اخلاق اور انسانیت کی نگاہ میں سب سے بڑا جرم اور سوسائٹی کی نظر میں ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

سود احتکار کی سب سے ملعون قسم "سودی لین دین" ہے جس اقتصادی نظام میں اس کا عمل دخل ہے، وہ یکسر برباد اور تباہ ہے، یہ کروڑوں انسانوں کو مفلس و محتاج بنا کر ایک مخصوص طبقہ میں دولت کو سمیٹنا اور ان کو اس کا واحد اجارہ دار بنا دیتا ہے۔

ابتداء عالمِ انسانی سے ہمیشہ دو نظریئے کارفرما رہے ہیں ایک "عادلانہ نظام کا نظریہ" اور دوسرا "سرمایہ دارانہ نظام کا نظریہ"۔

پہلے نظریہ کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ انسانوں میں ایک ایسا اجتماعی نظام قائم ہو جس میں نہ بڑے بڑے کروڑپتی ہوں اور نہ مفلس و محتاج طبقے بلکہ ایک طرح کی درمیانی حالت ہو جس میں معیشت کے درجات کا فطری تفاوت اگرچہ موجود ہو لیکن حقِ معیشت کی مساوات ضرور قائم رہے وہ اس کا طالب نہیں ہے۔ کہ سب کی معیشت کے سامان ایک ہی طرح کے ہوں۔ لیکن اس کا ضرور خواہش مند

---

[1] خلاصہ باب اقتصار الرزق جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ مصری [2] دائرۃ المعارف فرید وجدی نصف دوم جلد ۸ صفحہ ۹۲۲، ۹۲۳

ہے کہ سب کو حسب ضرورت ملے اور ترقی و سعی کی راہیں سب پر یکساں طور پر کھلی ہوں۔

حق اور خدا کے فرستادہ سچے مذاہب اسی نظریہ کے داعی رہے ہیں۔ اور اسلام نے اسی نظریہ کو کامل اور مکمل نقشہ کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

دوسرے نظریہ کا مطالبہ یہ ہے کہ دنیا کے کارخانے ہیں قدرت کے ہاتھوں نے معاشی نقطۂ نظر سے انسانی مخلوق کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ کچھ خدائی اور آقائی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور کچھ بندگی اور محکومی کے لئے۔ اسی طرح قدرت کا یہ منشاء ہے کہ بعض انسانی گروہ دولت، ثروت کے مستقل اجارہ دار ہوں۔ جائز و ناجائز طریقوں سے دولت کو فراہم کریں۔ اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص کرلیں اور بعض طبقے مفلس، محتاج، دریوزہ گر، اور نانِ جویں سے ہمیشہ مجبور و مقہور رہیں اور تفاوتِ درجات کے اس ہولناک فرق کو اعتدال پر لانے کا کسی کو بھی حق نہ ہو۔ یہ نظریہ طاغوتیوں اور آدم دشمن شیاطین کا ہے۔ اور ان کے اس نظریہ کی عملی کامیابی کی سب سے بڑی بنا یہی "مہاجنی سود" ہے جو مہذب اور غیر مہذب شکلوں میں بڑے بڑے گروہوں اور جماعتوں کا خون چوس کر ایک چھوٹی جماعت کو قارون کا خزانہ بخشتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق میں سے ایک کو دوسرے کا محکوم بناتا ہے۔ بہرحال "سود" ملعون سرمایہ داری کا ہمیشہ سے بہت بڑا پشت پناہ رہا ہے۔

اسلام کی دعوت کا مرکزِ اولین "عرب" بھی اس لعنت میں گرفتار تھا۔ اور مشرکین عرب "تجارت" اور "سود" میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ اور ہندوستان کے مہاجنوں اور دنیا کے سود خوار یہودی گروہوں کی طرح وہ بھی اس لین دین کو اپنی فرزانگی اور بیدار مغزی کا ہنر جانتے تھے۔

قالوا انما البیع مثل الربوٰ (بقرہ) وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت اور تجارتی کاروبار اسی طرح کی چیز ہے جیسا کہ سود کا لین دین۔

گویا ان کی نگاہ میں "سود" کا کاروبار ایسا صحیح کاروبار تھا کہ وہ بیع و شرا اور تجارتی لین دین کے جواز کے لئے اسکو دلیل بناتے تھے۔ چہ جائیکہ اسکو ناجائز اور حرام سمجھتے، یا معذرت کے طور پر یہ کہتے کہ جس طرح تجارت درست ہے، اسی طرح سودی لین دین بھی کیوں درست نہ ہو۔؟

اگر آج بھی سود خوار جماعتوں سے سود کے جواز میں دلیل طلب کرو گے تو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ان کا وہی جواب ہوگا جو ان کے پیشروؤں نے دیا تھا۔